جناب محمد طفیل صاحب

اسلامی تحقیق کا ضابطۂ اخلاق

تحقیق : یہ تفصیل کے وزن پر عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا اصل مادہ ح ق ق ہے۔ اس کے معانی امر ثابت یا حقیقت ثابتہ کے ہوتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کو حق اس لیے کہتے ہیں۔ کہ وہ نہ صرف یہ کہ موجود ہے بلکہ واجب الوجود ہے اور اس کائنات کی سب سے بڑی حقیقتِ ثابتہ ہے۔ اسی لیے موت کو بھی "حق" کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اٹل اور یقینی ہے۔ عربی زبان کا یہ ایک قاعدہ ہے کہ حروف میں اضافہ معانی میں اضافہ پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ تحقیق میں حق سے زیادہ حروف ہیں اس لیے اس میں معانی بھی زیادہ ہیں۔ اسی لیے تحقیق، تفحص، جستجو، سراغ لگانا، یقین و اعتبار اور جھوٹ سچ کو الگ الگ کرنے کو شامل ہے۔ مزید برآں لسان العرب میں حق کو باطل کی نقیض قرار دیا گیا ہے۔ جس کا منشا یہ ہے کہ اسلام میں تحقیق کا واضح مفہوم "تلاشِ حق" ہے۔ اس طرح معلوم ہوا کہ تحقیق جس مادے سے بنا ہے، اس میں حق و صداقت اور یقین و واقفیت کا تصور بنیادی حیثیت رکھتا ہے جبکہ انگریزی کے لفظ RESEARCH یا SEARCH سے یہ مفہوم واضح نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ دونوں الفاظ تلاش و جستجو اور ڈھونڈنے کے مفہوم پر تو دلالت کرتے ہیں۔ جبکہ ان الفاظ سے تلاش کی جانے والی چیز (OBJECT) کی کوئی صفت معلوم نہیں ہوتی۔ تلاش حق و صداقت کی بھی ہوسکتی ہے اور باطل و ضلالت کی بھی۔ اور جستجو رحمان کی بھی ہوسکتی ہے اور شیطان کی بھی۔ خلاصۂ بحث یہ ہوا کہ تحقیق کا لفظ اپنی اصل اور مادے میں تلاشِ حق کے مفہوم کو لیے ہوئے ہے۔ جو خود مسلمان محقق کا مقصدِ تحقیق متعین کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ وہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوسکتا۔

عربی زبان میں تحقیق کے لیے "بحث" کا لفظ بھی عموماً استعمال کیا جاتا ہے۔ جس کے معنی بیان کرتے

ہوئے منظور افریقی لکھتے ہیں۔ البحث : طلب الشئ فی التراب : یعنی کسی چیز کی تلاش کے لیے مٹی کو اوپر تلے کرنا، کھودنا، کریدنا وغیرہ۔ جیسے ہابیل اور قابیل کے قصے میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں ارشاد فرمایا : فبعث اللہ غرابا یبحث فی الارض " (سورۃ المائدہ) اسی لیے آگے چل کر فکری اور ذہنی باتوں میں تجسّس، تفحص اور تعمق کا مفہوم نکل آیا۔ چنانچہ بے شمار عربی کتب کے نام لفظِ بحث سے شروع ہوتے ہیں۔ جس کے معنی مطالعہ، موازنہ، تحقیق اور تفتیش ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس لفظ کا بھی مدعا یہی ہے کہ تحقیق جستجوئے پیہم کا نام ہے۔

زیرِ نظر موضوع میں دوسرا بڑا لفظ " اخلاق " ہے جو خلق کی جمع ہے اور نور اللغات کے مطابق اردو میں اخلاق بصورت جمع بھی واحد کے لیے بولا جاتا ہے اور خلق کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ لسان العرب میں اس لفظ کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے : الخلق السجیۃ کما فی الحدیث : لیس بشئ فی المیزان اثقل من حسن الخلق۔ ایک اور حدیث میں ہے: کان خلقہ القرآن ۔ قرآن پاک سارا نبی علیہ السلام کا خلق۔

خُلق اور خَلق دونوں الفاظ قریب المعنی ہیں۔ چنانچہ الخُلُق وھو الدین والطبع و السجیۃ ۔ لسان العرب کے مصنف نے اس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کی بہتری، خوبی اور اچھائی انسان کے باطنی احوال کے لیے اسی قدر ضروری ہے، جیسے انسان کے ظاہر کے لیے ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ صرف اخلاق کا لفظ بلکہ قریباً اسی کا مفہوم بھی زمانہ قبل اسلام میں پایا جاتا تھا۔ یونانیوں میں ارسطو کی کتاب الاخلاق اس کی مثال ہے۔ اس کے بعد ابنِ مسکویہ نے بھی اخلاق کے موضوع پر ایک تصنیف چھوڑی تھی۔ اسلام نے اخلاق پر بہت زیادہ توجہ دی ہے اور زندگی کے ہر جزو کے لیے ضابطۂ اخلاق و آداب مقرر کیا ہے۔

امام غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف " احیاءِ علوم الدین" میں اخلاق کی اس طرح تعریف کی ہے: " خلق، نفس کی اس ہیئت راسخہ کا نام ہے جس سے تمام افعال بلا تکلف صادر ہوں۔ اگر یہ افعال عقلاً اور شرعاً عمدہ اور قابل تعریف ہوں تو اس ہیئت کو

خلقِ نیک، اور اگر برُے اور قابلِ مذمت ہوں تو اس ہیئت کو خلقِ بد کہتے ہیں[1] اسی طرح میزان الاعتدال میں امام غزالی تحریر فرماتے ہیں: "حسن خلق اس چیز کا نام ہے کہ وہ تمام بُری عادتیں ترک کر دی جائیں جن کی تفصیلات شرع نے بیان کر دی ہیں اور ان سے ایسا ہی پرہیز کیا جائے جیسا عام نجاستوں سے کیا جاتا ہے اور ان کے مقابلے میں تمام اچھی عادتوں کو اس طرح اپنا لیا جائے کہ طبیعت ان کی طرف یک گونہ کشش اور شوق محسوس کرنے لگے۔ اور دیگر تمام عادتوں سے تصوّر ہو کر ہر وقت انھیں کے درپے رہنے میں خوشی اور تسکین پائے[2]"۔

امام غزالی کی ان جامع مانع تعریفات کے نتیجے میں ہم یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہماری گفتگو میں جب بھی خلق یا اخلاق کا لفظ بولا جائے گا تو اس سے مراد حسن خلق ہوگا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم اسلامی تحقیق کے ضابطۂ اخلاق کے تحت ایسے اصول و ضوابط بیان کرنا چاہتے ہیں، جنھیں اپنائے بغیر کوئی اسلامی محقق اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتا۔

مفرد الفاظ کی تشریح کے بعد اب ہم اس مرکبِ توصیفی کی طرف آتے ہیں، جسے "اسلامی تحقیق" کہا جاتا ہے۔ ہم جب بھی ان الفاظ کا ذکر کرتے ہیں تو بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ یہ اسلامی تحقیق کیا چیز ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ "تحقیق" کے ساتھ لفظ "اسلامی" کا اضافہ کر کے اسلام میں ترمیم اور قطع و برید مراد ہو۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہے البتہ تحقیق کے وسیع تر معنی میں اسلام بھی شامل ہو سکتا ہے۔ لیکن اس وقت موضوع کی مناسبت سے لفظ اسلامی کو تحقیق کا جزو لاینفک قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے ہم اس مرکبِ توصیفی کی تعریف یوں کر سکتے ہیں "وہ علمی تحقیقی اور فکری کاوش جو اسلام کے اصولوں کے مطابق، اسلام کی روشنی میں کی جائے جس کا مقصدِ وحید اعلائے کلمۃ اللہ، احقاقِ حق، اسلامی معاشرے کا قیام، اسلامی معاشرے اور فرد کی فکری ثقافتی اور اجتماعی ضروریات کو پورا کرنا اور آئے دن پیش آئندہ جدید پیچ در پیچ مسائل کا حل

---

[1] احیاء علوم الدین، ج ۲، ص ۵۶ [2] میزان الاعتدال، ص ۴۷۔

تلاش کرنا ہے۔"

آئیے اب ہم ایک اور پہلو پر نگاہ ڈالیں۔ ہم جب "اسلامی تحقیق" کا نام لیتے ہیں تو ہمارے گردوپیش سے طرح طرح کے سوالات اُٹھتے ہیں۔ ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ اسلام ایک مکمل دین ہے، جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تک پہنچا دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔

ہم نے (اسلام کو) مکمل کر دیا۔ اپنی نعمت تمام کر دی اور ہم آپ کے دین اسلام کو اختیار کرنے پر راضی ہوئے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "میں تم میں قرآن اور اپنی سنت — دو چیزیں — چھوڑے جا رہا ہوں۔ جب تک ان کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔" مزید برآں قرآن حکیم کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے تو ان حالات میں جب کہ دین اسلام مکمل ہے۔ اور ہر طرح سے محفوظ ہے اور ہر ہر چیز کتاب مبین میں بیان کر دی گئی ہے تو پھر اسلامی تحقیق چہ معنی دارد؟ بلکہ بسا اوقات ذہن اس طرف بھی منتقل ہوتا ہے کہ اسلامی تحقیق سے کہیں اسلام میں تحریف کرنا، من مانی کرنا اور غیر اسلامی مفہوم کو اس میں داخل کرنا تو مقصود نہیں ہے۔ یہی وہ سوال ہے جس کے جواب سے اسلامی تحقیق کی ضرورت، اہمیت اور افادیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس لیے اس نکتہ پر ہم ذرا تفصیل سے عرض کریں گے۔ تاہم یہ بات کہنا ہم نہایت ضروری خیال کرتے ہیں کہ ایسا نکتہ پیدا کرنے والے اہل علم شاید اس امر کو ملحوظ نہیں رکھتے کہ "اسلامی تحقیق" اور "اسلام میں تحقیق" میں ایک بنیادی فرق ہے۔ یہ اسلامی تحقیق ہی ہے جو سائنس اور ٹیکنالوجی کے دور میں قدم قدم پر پیدا ہونے والے مسائل میں اسلام کی روشنی میں ہماری رہنمائی کرتی ہے اور اسلامی تحقیق اس دور کے مجسم عقلی انسان کو مذہب سے برگشتہ ہونے سے بچا سکتی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام نظریات کے ساتھ ساتھ انسان کو عملی زندگی کے ضابطے بھی فراہم کرتا

ہے اور یہ مسلمہ بات ہے کہ انسانی معاشرہ عت کے ساتھ تغیر پذیر ہے۔ انسان اپنے مشاہدات اور تجربات کے ساتھ نت نئی اختراعات اور ایجادات کرتا رہتا ہے اور اسی طرح نئے نئے رسم و رواج وقوع پذیر ہوتے اور جدید اسلوب میں بدلتے رہتے ہیں۔ ایک سچا مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم سب پر یہ لازم ہے کہ ہم ان تمام جدید امور کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر معلوم کریں اور اسی نقطہ نظر سے "اسلامی تحقیق" جنم لیتی اور پروان چڑھتی ہے۔ اس اختصار کی وضاحت کے لیے چند ایک مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

ایک شخص خلا میں زمین کے گرد چکر لگا رہا ہے۔ چاند پر اترا ہے یا کنکارڈ طیارے میں سفر کر رہا ہے تو اس وقت وہ سمتِ قبلہ کا تعین کیسے کرے گا؟ نماز روزہ کا وقت کیسے متعین کرے گا۔ اسی طرح دنیا کے بعض خطوں میں رات اور دن ہماری مقدار کے نہیں ہوتے بلکہ بعض خطوں میں تو دن رات چھ چھ ماہ تک کی طوالت کے ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں فرائضِ شرعیہ کی ادائی کے لیے اوقات کا تعین کیسے کیا جائے گا؟ اسی طرح ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ کل تک یورپ میں عورت کو ایک نحیف و کمزور مخلوق تصور کیا جاتا تھا۔ اور ان کے لیے یہ اصول بنا تھا۔ Ladies First لیکن اب یہ قانون دم توڑ رہا ہے۔ چنانچہ دسمبر ۱۹۷۵ء میں برطانیہ کی پارلیمان نے یہ منظور کیا ہے کہ مرد اور عورت دونوں برابر ہیں اور کسی بھی فرد کو کسی بھی ملازمت یا سہولت سے اس لیے محروم نہیں کیا جا سکتا کہ وہ جنس کے لحاظ سے مرد یا عورت ہے۔ بظاہر یہ دونوں باتیں اسلامی اصول کے خلاف معلوم ہوتی ہیں، اس لیے ان کے متعلق اسلام کی روشنی میں غور کرنا ہوگا۔ اسی طرح مسلم معاشرے میں عورت کے حجاب کا مسئلہ ہے۔ ایک طرف تو عورت کو مرد کے برابر قرار دیا جا رہا ہے اور بعض لوگ اسے طلاق تک کا حق دلوانا چاہتے ہیں تو دوسری طرف ہمارے ہاں پردے کی مروجہ شکل ہے۔ ان باتوں میں اسلامی روح کے مطابق صحیح تطابق کی ضرورت ہے جو تحقیق ہی سے ممکن ہے۔

اسلام کے خلاف دنیا کے بہت سے حصوں میں کام ہو رہا ہے۔ اسلام کے ہر ہر حکم پر تنقید و تنقیص کا سلسلہ جاری ہے مستشرقین اور عیسائی و یہودی مشنریوں کی ایک بہت بڑی تعداد شب و روز

اس کوشش میں مصروف ہے کہ کسی طرح سے اسلام کو دنیا سے ختم کر دیا جائے۔ اسی طرح ظلم و تعدی لوٹ کھسوٹ، سمگلنگ، چور بازاری، قتل و غارت، عصمت فروشی، بے راہ روی، نشہ خوری، رشوت ستانی، بددیانتی، جنگ و جدل وغیرہ جیسی مہیب اور خطرناک برائیاں ہر وقت انسان اور انسانیت کے سر پر لٹک رہی ہیں۔ جو کسی بھی وقت انسانیت اور اس کے اصولوں کو تہ و بالا کر سکتی ہیں۔ ان برائیوں کو ہم مذہب اور اخلاق کے علاوہ کسی بھی قوت سے نہیں روک سکتے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ان جرائم کے اسباب و علل کا کھوج لگایا جائے، ملزموں کی نفسیات کا تجزیہ کیا جائے تاکہ ان جرائم کا صحیح اسلامی حل تجویز کیا جا سکے، جو تحقیق کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

طبی نقطۂ نظر سے سوچا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ فن جراحت نے اس قدر ترقی کر لی ہے کہ اب ایک انسان یا حیوان کا دل دوسرے انسان کے جسم میں منتقل کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ایک مرنے والے انسان کی آنکھیں دوسرے انسان کو لگا کر اسے بینائی جیسی عظیم نعمت سے سرفراز کیا جا سکتا ہے اور ایک انسان کا خون دوسرے انسان کو دے کر اس کی جان بچائی جا سکتی ہے۔ بعینہٖ اعضا کی پیوندکاری ہے۔ ان تمام معاملات میں اسلامی زاویۂ نگاہ معلوم کرنا ضروری ہے جو تحقیق کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی طرح مسلمان اپنی تاریخ، علوم، تہذیب و ثقافت حتّٰی کہ اپنا تشخص بھی اسی وقت ہی قائم رکھ سکتے ہیں کہ وہ ان چیزوں میں تحقیق کے عمل کو جاری اور ساری رکھیں۔

یہ بھی ایک ناقابل انکار سچائی ہے کہ جن اقوام کو سیاسی غلبہ اور اقتصادی دبدبہ حاصل ہوتا ہے، علمی، فکری، ثقافتی اور تہذیبی میدانوں میں بھی انہی کا سکہ رائج ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے عقائد و اعمال میں طرح طرح کی آمیزشیں دکھائی دیتی ہیں۔ یہ تحقیق ہی ہے جو اسلامی افکار و عقائد سے غیر اسلامی آمیزشوں کو جدا کر کے کھرا کھوٹا چھانٹ سکتی ہے اور علوم و فنون کے ذریعے صحت مندانہ افکار کی افضلیت و برتری کا لوہا منوا کر مسلمانوں کے سر پھر سے سروری و کامرانی کا تاج رکھ سکتی ہے

یہ اور اس طرح کی بے شمار باتیں ہیں جن سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ

اسلامی تحقیق اور فکری کاوش نہ کوئی وقتی چیز ہے اور نہ چند سرپھروں کا مشغلہ جو محض ذہنی تفریح کے لیے اس چیز کو اپنائے ہوئے ہیں۔ بلکہ یہ وقت کی اہم ترین ضرورت اور مسلمانوں کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ پھر جب ہم ترقی پذیر ممالک کے حوالے سے تحقیق پر غور کرتے ہیں تو اس کی ضرورت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

تحقیق کی ضرورت واضح کرنے کے بعد اب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں کہ ضابطۂ اخلاق کیا ہے؟ اور اسلامی تحقیق جیسے مقدس کام میں اسے نافذ کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی ہے؟ ضابطۂ اخلاق ایک مرکب اضافی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اخلاقی اصول و قوانین کا وہ مجموعہ جسے نافذ کرتے وقت اخلاقی اپیل کے ذریعے کسی بھی بگڑتے ہوئے کام کو درست کیا جا سکے، کسی کام کا معیار بلند کیا جا سکے اور غلط رسم کی جگہ بہتر اسلامی اصول پیش کیے جا سکیں۔ اسلامی تحقیق کو ضابطۂ اخلاق نہ صرف یہ کہ جلد بخشتا ہے بلکہ اس کے مقصد و منہج کو متعین کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوتا ہے۔ اور ایک محقق کو وہم و گمان، ذاتی پسند و ناپسند اور من مانی کرنے سے باز رکھتا ہے۔ یہ ضابطۂ اخلاق ہی ہے جو انسان کو شتر بے مہار بننے سے روک کر چند پابندیوں سے روشناس کراتا ہے تاکہ حصولِ مقصد کی لگن کو صراطِ مستقیم پر چلایا جاتے۔ یہ ضابطۂ اخلاق ہی کا کرشمہ ہوتا ہے کہ وہ اقوامِ عالم کی برادری میں کسی بھی قوم کو بلند یا پست بنا دے۔ اور یہ اخلاق ہی ہیں جو فرد اور معاشرے نیز فرد سے فرد کا رشتہ جوڑ کر اسے مضبوط سے مضبوط تر بناتے ہیں۔ ضابطۂ اخلاق کوئی بے جا پابندیوں کا نام نہیں ہے جو انسان کی قوتِ کارکردگی پر اثر انداز ہو۔ بلکہ یہ انسان کے ذہن کو وسواس اور پراگندہ خیالات سے پاک صاف کر کے مقصد سے اس کی لگن کو بڑھاتا اور اس کی کارکردگی میں اضافہ کرتا ہے۔

اب یہاں ایک شبہ کا ازالہ کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے موضوعات پر تحقیق کرنے والا محقق تو مسلمان ہونے کی بنا پر اسلامی احکام اور اخلاق کا پابند ہوتا ہے۔ پھر اس کے لیے تحقیق کا ضابطہ مقرر کرنا تحصیلِ حاصل ہے۔ یہ بادی النظر صحیح ہے کہ مسلم محقق اسلامی احکام کا پابند ہوتا ہے لیکن اس وقت جب ہم اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ بعض اوقات مسلم محقق اپنی لاعلمی

یا عدم توجہ یا ضابطہ کے فقدان کی وجہ سے اس پر عمل پیرا نہیں ہوتا۔ اس لیے اس کے لیے عمل کی صحیح راہ متعین کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ مزید برآں بہت سے اصحاب، اسلام کے بارے میں بنیادی استعداد اور اصولِ تحقیق سے جہالت کے باوجود اسلامی علوم پر تحقیق کا کام شروع کر دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک طرف تو وہ خود قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتے ہیں، دوسری طرف اسلامی احکام کی من مانی تشریح و تعبیر کرتے ہیں جس سے اسلام کے مقصد (CAUSE) کو نقصان پہنچتا ہے اور اس میں تحریف کا عمل داخل ہوتا ہے۔ پھر تحقیق اور فکری کاموں کا ایک معیار ہوتا ہے جو ممکن ہے ابتدا میں پست ہو۔ لیکن عقل و تجربہ کے اضافے کے ساتھ ساتھ بلند ہوتا رہتا ہے ہمارے ہاں برعکس ہے۔ اصول و قواعد کے فقدان کی وجہ سے اولاً تو کوئی معیار قائم ہی نہیں ہوتا اور اگر قائم ہو بھی جاتا ہے تو اُسے آگے بڑھانے میں کوئی مدد نہیں ملتی۔ اس لیے از بس ضروری ہے کہ کچھ ایسے اصول وضع کیے جائیں۔ جن پر عمل کر کے تحقیق کو اعلیٰ معیار کے مطابق بنایا جا سکے۔

تحقیق کا کام جاری رہے

گزشتہ صفحات میں تحقیق کی ضرورت پر عقلی، علمی، فکری، تہذیبی اور ملی نقطۂ نظر سے کافی روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ اب یہاں قرآنِ حکیم سے چند آیات پیش کی جاتی ہیں۔ جو تحقیق کی ضرورت کو واضح کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالها (محمد: ۲۴)

یہ لوگ قرآنِ حکیم میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر تالے پڑ گئے ہیں۔

اس آیت میں یہ واضح طور پر حکم دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کو قرآنِ پاک کے احکام میں گہری نظر سے غور و فکر کرتے رہنا چاہیے۔ تاکہ وہ اپنے حالات اور اپنی ضروریات کے مطابق اس میں موتی چنتے رہیں:

سیروا فی الارض فانظروا ۔ الایۃ (آل عمران: ۱۳۷)

زمین میں چل پھر کر اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والوں، جرم کرنے والوں کا انجام دیکھو۔

اس آیت میں اس امر کی تحقیق کی دعوت ملتی ہے کہ اپنے ماضی کی کوتاہیوں سے عبرت حاصل کرتے

ہوئے اپنے مستقبل کو سنوارنا ہوگا۔ ماضی کی کوتاہیوں سے ہم اسی وقت بچ سکتے ہیں جب ہم تاریخ فہمی کا گہرا شعور رکھتے ہوں تاکہ واقعات کے عوامل و مضمرات پر غور و خوض کرکے ان کے نتائج کی تہ تک پہنچ سکیں تاکہ مستقبل کے خطرات سے بچا جا سکے۔ جو بغیر تحقیق کے ممکن نہیں۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وفی انفسکم افلا تبصرون "(ذاریات : ۲۱)

اس دنیا جہان کے جتنے امور ہیں۔ وہ انسان میں پائے جاتے ہیں۔ تم اسے دیدۂ عبرت نگاہ سے کیوں نہیں دیکھتے؟۔

ارشادِ خداوندی میں قرآن کے ماننے والوں کو اس چیز کے لیے دعوتِ فکر دی گئی ہے کہ انھیں کسی بھی الجھن اور مشکل کے وقت اپنے دل اور ضمیر سے سوال کرنا چاہیے۔ کیونکہ ضمیر انسان کو ہمیشہ سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ اور اسی طرح جو بات دل میں کھٹکے اسے ترک کر دینا چاہیے۔ یہ تین آیات ہم نے اختصار کے طور پر پیش کی ہیں۔ ورنہ قرآن حکیم کا ایک بڑا حصہ انسان کو قدم قدم پر تحقیق و تفحص، تلاش و جستجو اور تعقل و تدبر کی دعوت دے رہا ہے۔

تحقیق ہر شخص نہیں کر سکتا

اسلامی تحقیق پر بات کرتے ہوئے یہ موضوع بہت اہم ہے کہ ہر شخص اسلامی موضوعات پر تحقیق نہیں کر سکتا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ سب انسان عقل و شعور اور محنت و مشقت کے لحاظ سے ایک ہی معیار کے نہیں ہوتے۔ دوسرے یہ کہ طبائع مختلف ہوتے ہیں۔ ہر شخص ہر کام بحسن و خوبی سرانجام نہیں دے سکتا کیونکہ تحقیق جیسے اہم کام کے لیے، جو انسان کے لیے مقصدِ حیات اور مسلمانوں کے لیے نشاۃِ ثانیہ جیسی اہمیت رکھتا ہے، نا اہل یا کم اہلیت والے انسان کو مقرر کر دیا جائے تو نقصان ہی نقصان ہے۔ اسی ضمن میں قرآنِ حکیم کی طرف رجوع کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس بارے میں بھی اللہ تعالیٰ ہماری رہنمائی فرماتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

طائفۃ لیتفقھوا فی الدین" (التوبۃ : ۱۲۲)

تم میں ایک گروہ ایسا بھی ہونا چاہیے جو دین میں سوجھ بوجھ پیدا کرے۔

سورۂ توبہ کی اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان اپنے اپنے دینی اور دنیوی مشاغل میں مصروف رہیں۔ لیکن ان میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہونا چاہیے جو دینی امور اور مذہبی ضروریات میں تحقیق کرتا اور روز بروز پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کرتا رہے۔

ایک اور آیت پر غور فرمائیے۔ سورۂ سبا میں ارشادِ خداوندی ہے:

ان تقوموا للّٰہ مثنیٰ وفرادیٰ ثم تتفکروا۔ (السباء: ۴۶)

اے مسلمانو اللہ کے لیے یا اللہ کے دین کے لیے اکیلے اکیلے اور دو دو ہو کر اٹھو اور پھر غور و فکر کرو۔

یہ آیت بھی واضح کرتی ہے کہ سارے مسلمانوں کو جملہ کام چھوڑ کر اسلام کی تحقیق و تبلیغ کا کام شروع کر دینا چاہیے بلکہ ایسے لوگوں کی ایک محدود تعداد ہونی چاہیے، جیسا کہ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اصحابِ صفہ چند افراد تھے۔ مزید حکم ایزد تعالیٰ ہے:

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر.... " (آل عمران: ۱۰۴)

کہ تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو بھلائی کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا رہے۔

یہ وہ مقام ہے جب ایک محقق غور و فکر کر کے مثبت الاعلیٰ نتائج مرتب کر لیتا ہے اور اس کے نتائج اصل ایمان کے سامنے پیش کرتا ہے۔ یعنی محققین کا گروہ ہی اپنے اخذ کردہ نتائج قوم کے سامنے رکھے تاکہ وہ اس کے مضمرات اور فلسفہ کو صحیح طور پر واضح کر سکے۔

ثابت ہوا کہ تحقیق کا کام ہر شخص سر انجام نہیں دے سکتا۔ اسی لیے اہلِ علم اور دانش وروں نے محقق کے لیے کچھ شرائط کا ذکر کیا ہے کہ وہ سچا اور پکا مسلمان ہو۔ اس کی علمی اور عملی زندگی میں تضاد نہ ہو۔ قرآن، حدیث، فقہ، علمِ کلام، تاریخ اسلام، عربی زبان، اسلامی تہذیب و ثقافت، مذہبی علمی تحریکات، و تقابلِ ادیان پر اسے عبور حاصل ہو۔ اسلامی اور غیر اسلامی فلسفہ، تصوف، فلسفیانہ استدلال، جدید علوم، جیسے طبیعیات، بشریات، نفسیات، خواصِ نفسِ انسانی میں ید طولیٰ رکھتا ہو۔ نیز جدید طرزِ استدلال، فنِ تحقیق اور جدید طرز بیان و تحریر میں ماہر ہو۔ اور سب سے بڑھ کر

یہ کہ نکتہ رس، زیرک اور معاملہ فہم ہو۔

محقق موادِ تحقیق کہاں سے حاصل کرے

یہ نکتہ بھی بہت اہم ہے کہ اسلامی تحقیق کا مواد کہاں سے آئے؟ ایک سچے مسلمان کے لیے اس کا حل تلاش کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ چنانچہ ہم اپنے ماضی پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں اصولِ فقہ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ملتا ہے جس میں واضح کر دیا گیا ہے کہ اسلامی محقق زیرِ بحث مسئلہ میں سب سے پہلے قرآنِ حکیم کی طرف رجوع کرے گا اور عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص اور اقتضاء النص کے ذریعے احکام مستنبط کرے گا۔ اس کے بعد حدیثِ نبوی میں اس مسئلہ کا حل ڈھونڈے گا۔ پھر اجماعِ امت اور تعاملِ صحابۂ کرام میں غور کرے گا اور اگر پھر بھی حل نہ ملے تو قرآن و سنت کی روشنی میں اجتہاد کرے گا جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بین ثبوت ملتا ہے۔ تاہم ایسا کرتے وقت محقق کو استحسان، مجازاتِ مراسلہ، وقتی تقاضوں، نظائر اور عمومِ کو بھی ملحوظ رکھنا ہو گا۔

محقق کی زبان

محقق کوئی بھی زبان استعمال کرے۔ بس صرف یہ ضروری ہے کہ اس کی زبان شستہ، سلیس اور واضح ہونی چاہیے۔ قرآن و حدیث۔ جو تحقیق کے اصلی منابع ہیں، ان کی زبان نہایت واضح ہے۔ دوسرے یہ کہ زبان میٹھی اور لہجہ دھیما ہو۔ سخت زبان اور غلط لب و لہجے سے لوگوں کے اسلام سے بدگمان ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے:

وقولوا للناس حسنا۔ (البقرہ: ۸۳)

تم لوگوں کے ساتھ نرم خوئی سے کلام کرو اور قولِ حسن کو اپناؤ۔

مقصدِ تحقیق

ایک پکے اور سچے مسلمان کا ہر کام اسلام کا تابع ہوتا ہے۔ اس لیے ایک محقق جب اسلامی موضوعات پر تحقیق کرتا ہے تو اس وقت اس کا مقصد اس کے علاوہ اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا کہ یہ

سارا کام اسلام کی سربلندی اور احقاقِ حق کے لیے کرے۔ تاکہ اسلام کی حقانیت لوگوں کے دلوں میں راسخ ہو جائے اور وہ اس کی حقانیت اور ابدیت پر ایمان لے آئیں۔ اسی طرح تحقیق کا دوسرا مقصد یہ ہونا چاہیے۔ انسانوں کی اصلاح ہو۔ ان میں باہمی اخوت اور بھائی چارے کی فضا پیدا ہو۔ تاکہ انسانیت کو فائدہ پہنچے اور مذہبی طبقے اپنے فرائض بحسن و خوبی ادا کر سکیں۔ فاصلحوا بین اخویکم (الحجرات: ۱۰) کا یہی مفہوم ہے۔

آزادانہ اور غیر جانب دارانہ تحقیق

محقق کا یہ بھی فریضہ ہے کہ تحقیق پوری آزادی اور غیر جانب داری سے کرے۔ اسے نہایت دیانت داری سے کام کرتے وقت کسی بھی فرد یا جماعت سے نہ ڈرنا چاہیے۔ بے باک ہو کر حق بات کہنا چاہیے۔ اسی طرح پہلے سے سوچے سمجھے منصوبوں اور ذاتی رجحانات کے تحت نتائج اخذ نہیں کرنے چاہییں۔ بلکہ ذاتی تعصبات، تعلقات اور مفادات سے بالاتر ہو کر کام کرنا چاہیے تب ہی عدل و انصاف اور عدل کی بات کہی جا سکتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

ولا یجرمنکم شنآن قوم علی الا تعدلوا، اعدلوا ھو اقرب للتقوٰی۔ (المائدہ: ۸)

اے ایمان والو تمہیں کسی بھی قوم کی دشمنی حق و انصاف سے نہ روکے، حق بات کہو، انصاف کرو۔ یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

اسی طرح کوئی نتیجہ اخذ کرتے وقت یہ بھی نہیں سوچنا چاہیے کہ ایسا کرنے سے فلاں کو نقصان پہنچے یا فلاں ناراض ہو جائے گا بلکہ الحب للہ والبغض للہ کے اصول پر عمل کرتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اسلام کے مقصد کو آگے بڑھانا چاہیے۔

حکمتِ عملی

اسلامی تحقیق کے ضابطۂ اخلاق میں یہ پہلو بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے کہ مسلمان محقق حکمتِ عملی سے کام لے اور مخاطب کی نفسیات، اس کے طرزِ استدلال اور طریقِ فکر اور فہم و فراست کے مطابق بات کرے۔ بصورت دیگر مطلوبہ نتائج کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة۔ (النحل : ۱۲۵)
اللہ کی طرف آنے کے لیے حکمت اور اچھے طریقے سے دعوت کرو۔

اسی حکمتِ عملی کے ضمن میں یہ نکتہ بھی اٹھایا جاسکتا ہے کہ جب تقابل ادیان کا موضوع زیرِ بحث ہو۔ یا غیر مسلم اقوام سے تخاطب ہو تو یہ احتیاط ملحوظِ خاطر رکھی جائے کہ وہ ردِ عمل کے طور پر مسلمانوں کے شعائر کی بے حرمتی نہ کردیں۔ سورہ انعام کی ایک آیت اس ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

فلا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم (الانعام : ۱۰۸)
کہ تم بت پرستوں کے بتوں کو گالی نہ دو کہیں ایسا نہ ہو وہ بھی دشمنی میں تمہارے اللہ کو ایسا ہی کہیں۔

حکمتِ عملی کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ اپنی بات اس قدر ٹھوس دلائل سے بیان کی جائے کہ دل میں گھر کرتی جائے اور باطل قوتیں خود بخود سرنگوں ہوتی چلی جائیں۔

غیر مسلموں کی تحقیق

پچھلی ایک ڈیڑھ صدی سے غیر مسلم اصحاب، جنھیں عام اصطلاح میں مستشرقین کہا جاتا ہے، اسلامی علوم و فنون بلکہ عقائد و اعمال پر تحقیق کرتے آرہے ہیں اور ان کے "نتائج تحقیق" بھی وقتاً فوقتاً ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں۔ ان نتائج کے بارے میں مسلم محقق کا یہ فرض ہے کہ ان تحقیقات پر دوبارہ تحقیق کرے اور اس وقت تک انھیں مسلمات کا درجہ نہ دے جب تک کہ ان پر اسلامی منابع کی روشنی میں غور و فکر نہ کرے۔ کیونکہ اولاً تو مستشرقین مشرقی علوم میں گہری نظر نہ ہونے کی وجہ سے قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتے ہیں اور دوسرے یہ کہ :

یا یھا الذین اٰمنوا اذا جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا۔ (الحجرات : ۶)
اے اہل ایمان جب کوئی فاسق خبر بیان کرے تو اس کی خوب جانچ پرکھ کرلو۔

نبیا عام خبر بھی ہوسکتی ہے۔ جب عام خبر کی چھان بین کا حکم دیا گیا ہے تو اسلامی احکام کے بارے میں خبر کی پڑتال بدرجۂ اولیٰ کرنی چاہیے۔ اسی طرح جب فاسق کی خبر پر تنبیہ کی گئی ہے تو غیر مسلم کے نتائجِ تحقیق تو بہر صورت میں پڑتال کے محتاج ہیں۔

عبادتِ تحقیق

اسلامی تحقیق میں مشغول ہونے والے افراد کو اسلامی جذبہ سے سرشار ہو کر کام کرنا چاہیے، انھیں مادی منفعت یا عزت و جاہ کی تمنا نہیں ہونی چاہیے۔ بلکہ اس کام کا صلہ اللہ تعالیٰ سے طلب کرتے رہنا چاہیے۔ وہ اس کام کو اخروی نجات کا ذریعہ بنائے۔ تحقیق و تبلیغ کی خدمت کو انبیا علیہم السلام کی سنت لا اسئلکم علیہ اجرا۔ (الشوریٰ: ۲۳) کے مطابق انجام دیں۔

اختلافِ مسائل

اسلام ایک ایسا بحرِ بے کراں ہے جس پر غور کرنے سے اختلاف مسائل کا پیدا ہونا ایک قدرتی امر ہے۔ لیکن اختلافِ مسائل میں محقق کا رویہ حقیقت جویانہ اور نرم ہو تو اصلاح احوال ممکن ہے۔ محقق کو آخر وقت تک حقیقت کی تلاش جاری رکھنی چاہیے اور جب بھی حق بات سامنے آئے، اسے اپنی عزت یا انا کا مسئلہ بنائے بغیر قبول کر لینا چاہیے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ فقہ کے جملہ ائمہ سے بہت سے مسائل میں رجوع ثابت ہے۔

جدید تکنیک اور ذرائع ابلاغ

اسلامی محقق کے لیے از بس ضروری ہے کہ تحقیق کے جدید طریقے اور جدید تکنیک کو اپنائے۔ بعض دفعہ محققین حوالہ دینے کے طریقے، کتب کا استعمال، جدید طرزِ استدلال اور اشاریے وغیرہ نہیں بناتے۔ جس سے ان کے کاموں کی افادیت محدود ہو جاتی ہے۔ اسی طرح انھیں مواد کو منطقی ربط سے مرتب کرنا چاہیے اور جب کوئی تحقیقی کام مکمل ہو جائے تو اسے تمام جدید ذرائع ابلاغ مثلاً اخبارات، پریس، ریڈیو، ٹیلیویژن وغیرہ کے ذریعے پھیلانا چاہیے۔

محققین کا معاشرتی درجہ

محقق کے لیے ہر طرح کی جائز سہولتیں حاصل ہونی چاہییں۔ اس کی بنیادی ضروریات پوری ہوں تاکہ اس کا سماجی مرتبہ بلند ہو۔ اور وہ اقتصادی، معاشرتی اور تحقیقی مشکلات سے بالاتر ہو کر اپنا کام جاری رکھ سکے۔ جب محقق کا معاشرتی درجہ اونچا ہوگا۔ تب ہی وہ اپنی بات دوسروں تک مؤثر طور پر

پہنچا سکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قوم میں معاشرتی مرتبہ کے لحاظ سے نہایت بلند ہوتے تھے۔

یہ چند چیدہ چیدہ چند ضوابط ہیں جن کا نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کیا گیا۔ ورنہ اس موضوع پر بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ میں اپنی بات مولانا اشرف علی تھانوی کے ایک اقتباس پر ختم کرتا ہوں:

"بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ علم دین کا تعلق صرف نماز روزہ سے ہے اور اس کے لیے چند اردو رسائل۔ مسائل کا یا معمولی مولویوں کا وجود کافی ہے۔ جس کے لیے کسی خاص اہتمام کی ضرورت نہیں۔ اور وجہ اس سمجھنے کی یہ ہے کہ اصل میں ان صاحبوں کو یہی خبر نہیں کہ دین کے کیا کیا اجزا ہیں۔ اس دین کو نماز روزہ میں منحصر سمجھتے ہیں .... "[۵۳]

"جو شخص ہر وقت اپنے جمیع اقوال و افعال و احوال کو تفصیل وار دیکھتا رہے گا اور ہر جزیے کے متعلق احکامِ شرعیہ کی تفتیش کی فکر میں ہوگا، اس کو معلوم ہوگا کہ نہ مختصر رسالے اس کے لیے کافی ہیں نہ معمولی مولوی۔ اس میں کس درجہ وسعت ہے اور اس کے ماہر کس قدر قلیل ہیں۔ اور کس درجہ جماعت کی اور حاجت ہے جن کو اس کا احاطہ ضرور یہ حاصل ہو اور پھر اس جماعت کی تیاری کے لیے کس قدر سامان اور اہتمام کی ضرورت ہے اور موجودہ سامان اس کے مقابلے میں کتنا کم ہے۔"[۵۴]

---

۵۳ حقوق العلم، ص ۵۔ لکھنؤ۔ ۱۳۳۲ھ